ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

غالب کے خطوط میں علمی وادبی مباحث

SCHOLARLY AND LITERARY DISCUSSIONS IN GHALIB'S LETTERS

NAILA IQBAL
Ph.D Scholor, Department of Urdu,
G.C W University, Faisalabad

Dr. RUKHSANA BIBI
Assistant Professor of Urdu
G.C W University, Faisalabad

Abstract:

In Ghalib's letters, the situation in Subcontinent is the subject of the tragedy of a common man formed by the social isolation of the individual, whose character is both tolerance, sincerity, love, anger and fear. There is religious consciousness, escape from reality, romance, childhood and the correspondent of all trends and psychology has accurately portrayed the truth, without the slightest hint of falsehood. Ghalib's chronology is artistic and has writing skills. There is continuity in his chronicles, the imagery is very vivid and of particular style. His style of writing becomes the lifeblood of their narrative that is required to narrate the events.

Key Words: **۱۔غالب۔** Ghalib **۲۔علمی** reality to knowledge,academic **۳۔ادبی۔** literary **۴۔وقائع نگاری** chronolgy. **۵۔حقیقت** **۶۔مذہبی شعور۔** religioznoe **نگاری** realism

غالب کے خطوط میں علمی و ادبی مسائل ومباحث بھی موجود ہیں لیکن اُن کی حیثیت ضمنی ہے اور اُن پر بھی غالب کی ذات کی ہزار پرچھائیاں موجود ہیں۔ ان میں تاریخ بھی ہے، طب بھی ہے، علوم زبان دانی بھی ہیں اور ادبی مباحث اور دیگر علمی موضوعات بھی ہیں۔ غالب کے خطوط کا جو دور تھا وہ ہند مغل تہذیب کے زوال سے عبارت تھا۔ بادشاہت تھی بھی اور نہیں بھی۔ ۱۸۵۷ء میں غالب نے اس کے وجود کی آخری کڑی بھی اپنی آنکھوں سے ٹوٹتے دیکھی۔ اس کے علاوہ ادب، معیشت، تہذیب وثقافت اور تعلیم کے شعبوں میں ایک الگ طرح کا بہاؤ آچکا تھا۔ ایک طرف انتشار اور نفسا نفسی کا عالم تھا تو دوسری طرف ابھرتے ہوئے سماج کا نقشہ بھی دکھائی دے رہا تھا۔ غالب وقت کی ستم ظریفی اور اپنی بگڑتی ہوئی صحت کے ایسے قید ہوئے کہ اُن کی مجلسی زندگی اپنے گھر کے آنگن میں سمٹ آئی تھی۔ اسی عالم میں انھوں نے اپنے متعلّقین کو بڑی تعداد میں خطوط لکھے اور اپنی تنہائی کو بُھلانے کا ایک مداوا ڈھونڈ لیا۔ خطوطِ غالب کا یہی پس منظر ہے جس نے اُسے ادبی شہ پارہ بننے کا موقع عنایت کیا۔ یہ خطوط اب بھی ذاتی نوعیت کے ہیں۔ اس میں اپنے زمانے کے جو احوال درج ہوگئے ہیں، انھیں تاریخ کی کتابوں کی طرح نہیں پڑھا جاسکتا۔

ادبی معاملات پر بھی جو حصّہ خطوط غالبؔ میں موجود ہے، اُسے قواعد وانشا اور عروض وبیان کی کتاب نہیں قرار دیا جاسکتا۔ لیکن ان امور کے باوجود پچھلے کئی برسوں سے غالب خطوط کو علمی حیثیت حاصل ہے۔ ان خطوط کو ایک لازوال علمی و ادبی اور تخلیقی کارنامہ تصوّر کیا گیا ہے۔ تحقیق کرنے والوں نے اس سے تاریخی نکات اخذ کیے اور غدر کی سچی اور دِل دہلا دینے والی تاریخ تیار کرلی۔ ادبی مسائل پر بھی غالب کی رائے کا احترام کیا گیا اور ان کے فرمودات کو منتخب کرکے الگ کیا گیا۔ اس طرح الگ سے غالب کے افکار کا ادبی منظر نامہ تیار ہوگیا۔ نفسیات کے ماہرین نے یہاں سے الگ الگ جملے اور نثری ٹکڑے منتخب کرکے غالب کی شخصیت کے پیچ وخم پر پوری پوری کتاب بنادی۔ یوں خطوطِ غالب کے مختلف علمی نکات کو دریافت کیا اور انھیں منظرِ عام پر لایا گیا۔ غالب کے خطوط اپنی علمیت، ادبیت، ثقافتی و تہذیبی اور تاریخی شعور کی وجہ سے بے مثال ہیں۔

غالب نے جو علمی و ادبی نثر لکھی، اس نے غالب کو عظمت عطا کر دی اور شاعری کے علاوہ نثر میں بھی ان کا لوہا مانا گیا۔ غالب نے جب خطوط نگاری کا آغاز کیا، اس وقت کی علمی نثر بہت ثقیل تھی۔ اس وقت فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں نثر لکھی جارہی تھی۔ فارسی کی نثر بہت ثقیل تھی اور اردو نثر بھی بہت ثقیل تھی۔ ایسا بھی نہیں تھا کہ غالب نے ہی پہلی مرتبہ آسان نثر لکھنا شروع کی تھی بلکہ ان کی نثر سے پچاس برس قبل فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں اس کا آغاز انگریزوں نے اپنے انتظامی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

امور کے پیش نظر کر دیا تھا تاکہ عام بول چال کی زبان اپنے لوگوں کو سکھا سکیں جو انھیں ہندوستانیوں پر حکمرانی کرنے میں مدد دے سکے۔ خلیق انجم نے ایک مضمون بعنوان" غالب سے قبل اردو کا نثری سرمایہ اور مکتوب نگاری کا آغاز" میں اس امر کا اعادہ یوں کیا ہے:

"غالب جدید اردو نثر کے موجد ہر گز نہیں تھے، کیونکہ ان کی نثر نگاری کے آغاز سے تقریباً پچاس سال قبل اردو نثر جدیدیت کے راستے پر گامزن ہو چکی تھی۔ غالب نے "قاطع برہان" کے سلسلے میں اردو نثر کے چار رسالے تھے۔ ان کے علاوہ مختلف کتابوں پر دیباچے اور تقریظیں اور کچھ متفرق تحریریں لکھیں۔ چوں کہ یہ چار رسالے " قاطع برہان" کے معرکے کے سلسلے میں لکھے گئے تھے اور ان میں الفاظ پر بحث کی گئی تھی۔ اس لیے ان رسالوں کی خوبی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ صاف اور سادہ اردو نثر میں ہیں۔ اردو نثر میں غالب کا اصل کارنامہ ان کے خطوط ہیں۔"(۱)

غالب نے جب اردو نثر میں بھاری بھر کم الفاظ کے استعمال کی مخالفت کرتے ہوئے عام بول چال کا اسلوبِ بیان اختیار کیا تو اس وقت وہ ایک مستند اور استاد شاعر کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خطوط پر جس سنجیدگی سے فوری توجّہ دی گئی، اس کی وجہ بھی ایک عظیم المرتبت شاعر کے ہاتھوں رقم شدہ ہونے کی بات شاملِ حال تھی۔ خطوطِ غالب کی مسلسل بڑھتی ہوئی مقبولیت بڑھی، اس میں بھی یہ نکتہ غیر متنازعہ طور پر سب سے اہم ہے کہ غالب کی شخصیت کے پیچ وخم کو خطوط میں وضاحت اور تفصیل کے ساتھ دیکھ لینے کے بعد ان کی شاعری اور بھی اثر انگیزی کے ساتھ ہمارے روبہ رو ہوتی ہے۔ اس بات کا انکار کرنا محال ہے کہ غالب بطور شاعر بہت عظیم ہے اور اس کی نثر اس عظمت کا محض ایک تتمہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مراسلہ نگاری تہذیب وثقافت کی تاریخ کا ایک لازمی جزو ہے۔

غالبؔ کی خطوط نگاری کی سب سے بڑی شان یہ ہے کہ انھوں نے جہاں دوسروں کا حال احوال جاننے کے لیے مراسلہ نگاری شروع کی وہاں انھوں نے مراسلات سے علمی، ادبی، تہذیبی اور تاریخی علوم کی ابلاغ وترسیل کا کام بھی لیا ہے۔ یہ امر بھی مسلم ہے کہ غالب کی مکتوب نویسی بھی دوسروں کا حال جاننے اور اپنی کیفیت بیان کرنے کے مقصد سے کبھی الگ نہیں ہوتی۔ لیکن ان خطوط کا لکھنے والا اپنے زمانے کا بہترین دماغ بھی رکھتا ہے، اس لیے اس کی نگاہ کی تیزی اور شخصیت کی بوقلمونی ہمیں اور بھی کئی منظروں تک پہنچا دیتی ہے۔ غالب کے خطوط کی اہمیت میں وقت کے کارواں کے بڑھتے جانے کے ساتھ جو اضافہ ہو رہا ہے، اس کی وجہ وہ رسمیات نہیں جن سے خطوں کی تشکیل ہوتی رہی ہے بلکہ غالب کا کارنامہ یہ ہے کہ خطوط کی طے شدہ روایتوں کے باوجود اپنے نجی پن کو توسیع دینے کے کچھ ایسے بھی زاویے انھوں نے وہاں رکھ چھوڑے جن کی اہمیت مکتوب نگار اور مکتوب الیہ سے پَرے بھی تھی۔ غالب نے اپنے کئی دوستوں اور شاگردوں کو خط لکھتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ انھوں نے نامہ نگاری کا نیا آئین بنا دیا ہے۔

غالب ذاتی خطوط کی عوامی روایت سے خود کو الگ کر کے دیکھنا چاہتے تھے۔ خطوطِ غالب رووایتی انداز و اسالیب سے ہٹ کر ہیں اور ان کی تحریر اور زبان کا رنگ ڈھنگ الگ قسم کا ہے۔ دو باتوں پر غالب کا اصرار ہے کہ انھوں نے فضولیات میں پڑنے یا رسمی معاملات میں زیادہ دلچسپی لینے کے بجائے کام کی باتوں، ضروری معاملات اور مطلب نویسی پر اپنے خطوط کا مدار رکھا۔ غالبؔ کا دوسرا دعویٰ ہے کہ انھوں نے اپنے خطوط کو بالکل ایسے برتا ہے جیسے روزمرہ کی گفتگو کا انداز ہوتا ہے۔

غالب نے خطوط نگاری میں اجتہاد سے کام لیا اور یہ تاویل ہے کہ مراسلے کو مکالمہ اس لیے بنایا کہ ہزاروں کوس دور سے قلم کی زبان سے اس طرح سے باتیں ہو جائیں جس طرح سے آمنے سامنے بیٹھ کر لوگ آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غالب روزمرہ کے اس انداز میں عشق وعاشقی کا تڑکا بھی لگا لیتے ہیں کہ خط میں مکالمے کو شامل کرنے سے ہجر میں وصال کے مزے آجائیں گے۔ اگر اس بات کو بنظرِ غور دیکھا جائے تو غالب کے اس دعوے میں کسی قسم کا کوئی مبالغہ نہیں ہے اور نہ ہی غالب نے غیر ضروری طور پر اس جملے کے ذریعے سے اپنا دفاع کیا۔ اس اَمر کو اردو نثر کی تاریخ غالب کی فتوحات سے ہی تعبیر کر چکی ہے۔ غالب کے خطوط میں مکتوب الیہ اور مکتوب نگار کے درمیان تو بات چیت ہوتی ہی ہے لیکن دورانِ گفتگو وہ دوسرے متعلّقین کو بھی شامل کر لیتے ہیں اور ان کے ساتھ بھی اسی انداز کی گفتگو کرتے ہیں اور انھیں مخاطب کرتے ہیں جس طرح سے مکتوب الیہ کو کرتے ہیں۔

جب ہم خطوط کی بات کرتے ہیں اور اس کے خط وخال کو گہرائی سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر خطوط خیر وعافیت دریافت کرنے یا اپنی خیریت سے مکتوب الیہ کو باخبر کرنے کے لیے لکھے جاتی ہیں، لیکن غالب نے اپنے خطوط میں جس جدت کا مظاہرہ کیا ہے اور خیر وعافیت دریافت کرنے کے وسیلے کو جس طرح علم و حکمت سے معمور کیا ہے، اس سے ان کی فنی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے خطوط میں، ادبی، علمی اور لغوی مباحث کی کثرت کے علاوہ ان میں تاریخی، سیاسی، سماجی اور معاشی حالات کا ذکر بھی جا بجا ملتا ہے۔ مزید یہ کہ غالب کے مخصوص اسلوب کی وجہ سے ان کے خطوط اور بھی توانا اور دلچسپ ہو گئے ہیں۔ ان کی شاعری میں فکر کا عنصر، تخیل کی کارفرمائی اور فلسفیانہ رنگ غالب ہے۔ جب کہ خطوط میں وہ بے تکلف باتیں کرتے نظر آتے ہیں۔ انھوں نے اپنے خطوط میں معاصرین کا ذکر بھی بہت

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

اہتمام سے کیا ہے۔ شعرا کے کلام پر رائے اور مشکل اشعار کی تشریح ان کے خطوط میں بکثرت موجود ہے۔ اس کے علاوہ ان کے خطوط میں اپنے زمانے کی تہذیب و معاشرت کی عکاسی بھی ہوتی ہے۔ غالب نے اپنے خطوط کو ہمہ قسم کے علوم سے مزین کیا ہے۔ اس سلسلے میں غالب نے اردو املا کے حوالے سے روشِ عام سے اختلاف کیا اور اپنے لیے اس سلسلے میں الگ راہ متعین کی۔ غالب کے بارے میں املا کے حوالے سے خصوصی طور پر یائے مجہول اور یائے معروف کے مباحث کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"اردو کی قدیم املا میں یاے مجہول اور یاے معروف میں اس طرح فرق نہیں کیا جاتا تھا جیسا کہ جدید املا میں کیا جاتا ہے۔ در اصل لکھنے والا اس معاملے میں لفظ کی املا سے زیادہ فنِ خوش خطی کا خیال رکھتا تھا۔ اسی لیے یاے مجہول کی جگہ یاے معروف اور یاے معروف کی جگہ یاے مجہول لکھنا عام تھا۔ اس کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ اکثر اوقات اردو کے قدیم متنوں میں یہ نہیں معلوم ہو پاتا کہ مصنف بعض الفاظ کا تلفظ کس طرح کرتا تھا اور کبھی کبھی ہمیں اس کا بھی علم نہیں ہو پاتا کہ مصنف کسی مخصوص لفظ کو مذکر لکھتا ہے یا مونث۔ غالبؔ کے ہاتھ کی جتنی تحریریں ملی ہیں، ان میں یاے مجہول اور یاے معروف میں بالکل فرق نہیں کیا گیا۔ غالب کے زمانے میں ان دونوں میں تفریق شروع ہو چکی تھی لیکن کچھ لوگ اس کی پابندی کرتے تھے اور کچھ لوگ نہیں "عودِ ہندی" اور "اردوئے معلّٰی" کے پہلے ایڈیشن تقریباً ایک ہی زمانے میں شائع ہوئے ہیں۔ "عودِ ہندی" میں یاے مجہول اور یاے معروف میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ جب کہ اردوئے معلی" میں اس کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔"(۲)

غالب کی املا کے حوالے سے چند قریباً تمام نکات کو فرداً فرداً مرتب زیرِ بحث لایا ہے۔ پیش کا استعمال، ہاکار آوازوں کی لکھاوٹ اور لفظ کے آخر میں الف یا ہاے مختفی کا استعمال بھی غالب کے زیادہ نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ " پتہ " لکھنے کے بجائے " پتا " اور بھروسہ لکھنے کے بجائے " بھروسا " لکھنے کو ترجیح دیتے تھے ۔ لیکن فارسی الفاظ کے آخر پر وہ ہاے مختفی لکھتے ہیں۔ غالب کی زبان پر فارسی کے بہت دور رس اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ غالب کے خطوط کے اسلوبِ بیان پر فارسی اثرات پر خلیق انجم رقم طراز ہیں:

"غالبؔ نے ایسے بعض فارسی اور عربی الفاظ کے ساتھ خود فارسی افعال کا ہی اردو میں ترجمہ کر دیا ہے۔ اسی طرح بعض ایسے فارسی محاورے اور ترکیبیں بھی استعمال کی ہیں جو جدید اردو میں مستعمل نہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں: " منشی نبی بخش تمھارے خط نہ لکھنے کا بہت گلہ رکھتے ہیں۔ گلہ رکھتے ہیں" گلہ داشتن کا ترجمہ "بنام مرزا ہرگوپال تفتہ " منشی نبی بخش کے ساتھ غزل خوانی کرنا اور ہم کو "یاد نہ لانا"، "یاد نہ لانا"، "یاد نہ آوردن " کا ترجمہ بنام مرزا ہرگوپال تفتہ "میں مشقت کھینچ کر، جو کچھ اب لکھا ہے، وہ لکھ کر تم کو بھیج دیتا۔"(۳)

مندرجہ بالا اقتباس میں خلیق انجم نے جن امور کی طرف نشاندہی کی ہے وہ غالب کی اردو نثر پر فارسی کے اثرات سے متعلق ہیں۔ بلاشبہ ایک ایسا شخص جو اپنے فارسی شعری سرمائے کو وجہِ افتخار سمجھتا ہے، اس کے لیے یہ کوئی عجب نہیں کہ فارسی آمیز اردو لکھے یا فارسی کے بعض الفاظ اس کی اردو نثر میں در آئیں۔ غالب کی مکتوب نگاری میں چونکہ علمی اور ادبی مباحث بہت زیادہ ہیں اس لیے ان کے مکتوبات میں ادق قسم کی علمی اصطلاحات موجود ہیں۔

" غالب کے خطوط " جلد اول میں پہلے نمبر پر مرزا ہرگوپال تفتہ کو لکھے گئے غالب کے خطوط ہیں۔ پہلا خط ہی علمی مباحث کا حامل ہے اور اس میں غالب نے مرزا ہرگوپال تفتہ کے سوالات کا جواب تسلی بخش طور پر دیا ہے۔ "بلا رباے"، "شست بستن"، " گناہے شدہ ام " اور "بے پیر" جیسے الفاظ و تراکیب پر بحث کی ہے۔ غالب نے اپنے مراسلوں میں جو زبان استعمال کی، وہ انتہائی صاف اور شستہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے جس سہولت کے ساتھ علمی نکات کی نشاندہی کی ہے وہ اپنی جگہ پر مسلم ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

"بلا رُباے، اس میں تامل کیا ہے؟ لفظ صحیح اور پورا تو یہی ہے، "رُبا" اس کا مخفف ہے۔ "خار ہا در راہش افشانم کہ چوں خواہد شدن" بہت خوب ، معقول میں اس وقت خدا جانے کس خیال میں تھا "چوں خواہد شدن"، "کنوں خواہد شدن" ردیف و قافیہ سمجھا تھا۔ لفظ "بے پیر" تورانی بچہ ہاے ہندی نژاد کا تراشا ہوا ہے۔ جب میں اشعار اردو میں اپنے شاگردوں کو نہیں باندھنے دیتا تو تم کو شعر فارسی میں کیوں کر اجازت دوں گا؟ مرزا جلال اسیر علیہ الرحمۃ مختار ہیں اور ان کا کلام سند ہے۔ میری کیا مجال ہے کہ اُن کے باندھے ہوئے لفظ کو غلط کہوں لیکن تعجب ہے اور بہت تعجب ہے کہ امیر زادۂ ایران ایسا لفظ لکھے۔ "شست بستن" جب ظہوری کے ہاں ہے تو باندھیے۔ یہ روزمرہ ہے اور ہم روز مرے میں ان کے پیرو ہیں۔ "بے پیر" ایک لفظ ٹکسال سے باہر ہے۔ ورنہ صاحبِ زباں ہونے میں اسیرؔ بھی ظہوریؔ سے کم نہیں۔"(۴)

غالب نے اسیر اور ظہوری کے کلام میں مختلف الفاظ و تراکیب کے استعمال کا جو تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے، وہ سند کے ساتھ تقابل اور توازن کا حامل ہے۔ "بے پیر"، جیسی لفظی ترکیب کی خامی کی نشاندہی کی ہے کہ اسیر کے کلام میں اس طرح کی قواعد و انشاء کی غلطی کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ غالب نے یہاں مرزا جلال الدین اسیرؔ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

کے اس ترکیب کے استعمال پر گرفت کی ہے۔ان کے مطابق امیر زادہ ایران یعنی اسیر اگر اس طرح کی ترکیب کو باندھتا ہے تو یہ تعجب کی بات ہے کیونکہ مرزا اپنے شاگردوں کو بھی اس قبیل کی تراکیب باندھنے کی اجازت نہیں دیتے۔اسی طرح " شست بستن " جیسی تراکیب کو استعمال کرنے کے سوال پر مرزا اس کے حق میں ہیں ۔اسی طرح غالبؔ نے اسیر کے ایک شعر پر اس خط میں آگے چل کر یوں بحث کی ہے:

زاہدا ایں سخنت ہر زہ کہ گفتی، چہ شدی
حق غفور ست، گناہے شدہ ام تاچہ شود

پہلے زاہد سے یہ سوال غلط کہ "چہ شدی"، " تاچہ شد " سوال ہو سکتا ہے، پھر " گناہے شدہ ام " یہ جواب مہمل ہے۔" سراسر گناہے کردہ ام " جواب ہو سکتا ہے سراسر بے ربط ہے۔جب تک ہمہ گناہ " نہ ہو معنی نہیں بنتے ہر گز ہر گز۔اصلاح دیے ہوئے شعر میں مضمون تمھارا ہی رہا اور ٹکسال کے موافق ہو گیا۔عجب ہے کہ تم صرف "شدہ ام" اور "تاچہ شود" کے پیوند میں الجھ کر حقیقتِ معنی سے غافل رہے۔"(۵)

غالب کا یہ خط اپنے موضوع کے اعتبار سے اصلاحی قسم کا ہے جس میں انھوں نے اپنے شاگرد اور دوست مرزا ہر گوپال تفتہ کو مختلف اشعار پر اپنا تنقیدی نکتہ نظر پیش کیا۔یہ بحث غالب کے تنقیدی شعور کا پتا دیتی ہے۔آگے چل کر غالب نے " خمیدن " اور " چمیدن " پر بھی بحث کی ہے۔غالب نے دونوں مصادر کو درست مانا ہے اور انھیں شعر میں فصاحت و بلاغت کے راستے میں رکاوٹ نہیں جانا۔

غالب کے مرزا ہر گوپال تفتہ کو لکھے گئے خطوط میں سے ایک خط کا موضوع القابات و خطابات ہیں جو ان کے مابین اس بحث کا مرکزی موضوع ہیں۔غالب نے فارسی لفظ " فر " پر سیر حاصل بحث کی ہے۔مرزا ہر گوپال تفتہ اس لفظ کو ظہوری کے کلام میں پاتے ہیں اور اس پر اعتراض وارد کرتے ہیں جبکہ غالب تفتہ کے اعتراضات کا نہ صرف تسلی بخش جواب دیتا ہے بلکہ اس کی معنیات کی گرہیں بھی کھولتا ہے:

> "اور یہ جو تم کو " فر " کے لفظ میں تردد ہوا اور ایک سوکھا سہا شعر ظہوری کا لکھا، بڑا تعجب ہے۔یہ لفظ میرے ہاں " پنج آہنگ " میں دس ہزار جگہ آیا ہو گا۔" فر " اور " فرہ " لفظ فارسی ہے۔مرادف "جاہ" کے۔پس " جاہ " کو اور اس کو کس نے کہا ہے کہ بغیر ترکیب دیے نہ لکھئے؟ "عالی جاہ "اور "سکندر جاہ" اور " مظفر فر "اور فریدوں فر" یوں بھی درست اور صرف "جاہ" اور "فر" یوں بھی درست اور ایک بات تم کو معلوم رہے کہ اس پورے خطاب کو "خطاب بہادری" کہنا بہت بے جا ہے۔سنو، خطاب کے مراتب میں پہلے تو "خانی" کا خطاب ہے اور بہت ضعیف ہے اور بہت کم ہے۔مثلاً ایک شخص کا نام ہے "میر محمد علی" یا "شیخ محمد "یا" محمد علی بیگ" اور اس کو خاندانی "خانی" نہیں حاصل۔پس جب اس کو بادشاہِ وقت "محمد علی خاں" کہہ دے تو گویا اس کو خانی کا خطاب ملا اور جو شخص کہ اس کا نام اصلی "محمد علی خاں" ہے یا تو وہ قوم افغان سے ہے یا "خانی" اس کی خاندانی ہے۔بادشاہ نے اس کو "محمد علی خاں بہادر" کا خطاب کہتے ہیں۔"(۶)

یہ خط غیر رسمی قسم کے علوم سے لبریز ہے اور غالب نے بہت ساری تاریخی غلطیوں کا ازالہ کر دیا ہے۔ایک تاریخی غلط فہمی جو عوام میں "خطاب" اور "القابات" کے حوالے سے پائی جاتی ہے، اسے آسانی کے ساتھ غالب نے رفع کر دیا ہے۔جس شخص کے نام کے ساتھ بھی " خان " یا " خاں " لگا ہو، عوامی سطح پر اسے خطاب سمجھا جاتا ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔اس کی دو صورتوں کی طرف غالب نے اشارہ کیا ہے۔اول یہ کہ ایسے شخص کا تعلق یا تو افغان قوم سے ہو گا یا پھر اس کی " خانی " خاندانی ہو گی۔غالب نے مکتوب الیہ کو جس طرح سے سمجھایا ہے اور تاریخی غلط فہمیوں کو دور کیا ہے، اس سے غالب کی علمیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔القابات کا سلسلہ بہت قدیم ہے اور ہر زبان میں تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ موجود رہا ہے۔بادشاہوں نے اپنے کارندوں کو اور وزرا کو وقتاً فوقتاً خطابات اور القاب عطا کرنے کا جو سلسلہ جاری رکھا ہے وہ ہماری زبان کا تاریخی سرمایہ بنتا گیا ہے۔یہ تاریخی سرمایہ اس قدر وسیع ہے کہ اس کی حیثیت عالمی اور آفاقی ہے۔اس تاریخی سرمائے سے جو شخص بھی مستفید ہوتا ہے، وہ تہذیبی ورثے کے ساتھ اپنا شعوری تعلق قائم کر لیتا ہے۔اسی شعوری تعلق کا احساس غالب کے خطوط میں ملتا ہے۔

غالب کے بعض خطوط کا آغاز بڑی بے تکلفی کے ساتھ ہوتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غالب محوِ مکالمہ ہیں اور مخاطب سامنے بیٹھا ہوا ایک طالب علم ہے ۔اس طرح کا ایک خط مرزا ہر گوپال تفتہ کو لکھا گیا ہے جو مختلف فارسی تراکیب کو اشعار میں استعمال کرنے اور ان کی فصاحت و بلاغت پر بحث کرتا ہے:

" بیش از بیش و کم از کم " یہ ترکیب بہت فصیح ہے، اس کو کون منع کرتا ہے؟ اور جلال اسیرؔ کی یہ بیت بہت پاکیزہ اور خوب ہے۔اس کے معنی یہی ہیں کہ "درزمانِ من مہر بیش از بیش شد و در زمانِ تو وفا کم از کم شد " استاد کیا کہے گا؟ اس میں تو تین ٹکڑے کا لف و نشر ہے: "من اور تو"، "بیش از بیش" اور "کم از کم

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

"۔یادرہے کہ کم بیشتر از بیش اور کمتر از کم" اگرچہ بہ حسبِ معنی جائز ہے لیکن فصاحت اس میں کم ہے۔"بیش از بیش و کم از کم" افصح ہے۔وہ شعر تمھارا خوب ہے اور ہمارا دیکھا ہوا ہے:

قیس! از تو نہ ایم کم، ولے صبر۔ بیش است ترا، کم است مارا لیکن ہاں پہلے مصرع میں اگر "کمتر" ہوتا اور اچھا تھا۔ بہر حال اتنا خیال رہے کہ ایسی جگہ " تر" کا لفظ افصح ہے، چنانچہ میرا شعر ہے:

جلوہ کن، منت منہ، از ذرہ کمتر نیستم
حسن با ایں تابناکی، آفتابے بیش نیست

" ورنہ چشم تو چہ از روزنِ دیوار کم است" یہاں بہت ہی اوپری معلوم ہوتا ہے اور نراہندی کا ترجمہ رہ جاتا ہے۔فارسیت نہیں رہتی۔" سہل مشمار زندگانی ہا " مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ میں نے اس مطلع کو یوں درست کیا ہے:

رایگاں است زندگانی ہا
می تواں کرد جانفشانی ہا

اور اس صورت میں یہ مطلع ایسا ہو گیا تھا کہ میرے دل میں آئی تھی کہ تم کو نہ دوں اور خود اس زمین میں غزل لکھوں مگر پھر میں نے خست نہ کی اور تم کو دے دیا۔ حضرت نے ملاحظہ نہیں کیا۔ یہ خط جو آپ نے مجھے لکھا ہے، شراب کے نشے میں لکھا ہے، اور وہ اصلاحی اوراق بھی اسی عالم میں لکھے ہیں۔(۷)

یہ خط غالب کی بصیرتِ علمی کا نمائندہ ہے اور اس خط میں چونکہ غالب فصاحت و بلاغت کے معیارات کو زیرِ بحث لایا ہے، اس لیے اس خط کو پڑھنے والے قارئین شعر کی فصاحت و بلاغت کے معیار سے آگہی حاصل کر سکتے ہیں۔ غالب نے بعض فارسی تراکیب کو فصیح اور بعض کو غیر فصیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح ایک اور خط میں جو غالب نے مرزا ہرگوپال تفتہ کو لکھا ہے، اس میں یائے تحتانی پر بحث کی ہے۔ غالب کہتا ہے کہ یائے تحتانی کا استعمال تین طریقوں پر محمول ہے۔ اول یہ کہ جزوِ کلمہ ہو، دوم یہ کہ تحتانی مضاف ہو اور سوم یہ کہ مصدری ہونے کی صورت میں معروف یا پھر توحید و تنکیر کی صورت میں مجہول ہو۔ یائے تحتانی جب جزوِ کلمہ ہو تو غالب اس پر ہمزہ لگانے کا روادار نہیں اور ایسا کرنے والے کو وہ عقل کو گالی دینے کے مترادف سمجھتا ہے جبکہ مضاف کی صورت میں بھی ہمزہ کو مخل نہیں سمجھتے:

"دوسرے تحتانی مضاف ہے۔ صرف اضافت کا کسرہ ہے، ہمزہ وہاں بھی مخل ہے، جیسے آسیائے چرخ یا آشنائے قدیم، توصیفی، اضافی، بیانی کسی طرح کا کسرہ ہو، ہمزہ نہیں چاہتا" فدائے توشوم"، "رہنمائے توشوم" یہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ تیسرے دو طرح سے ہے۔ یائے مصدری اور وہ معروف ہو گی۔ دوسرے دو طرح سے، توحید و تنکیر، وہ مجہول ہو گی۔ مثلاً مصدری آشنائی" یہاں ہمزہ ضروری بلکہ ہمزہ ن لکھنا عقل کا قصور۔ توحیدی: "آشنائے یعنی ایک آشنا یا کوئی آشنا۔ یہاں جب تک ہمزہ نہ لکھو گے، دانانہ کہلاؤ گے۔"(۸)

صفت اور موصوف کے حوالے سے غالب نے جو مباحث اپنے بعض خطوط میں کیے ہیں، وہ واقعی قابلِ ملاحظہ ہیں۔ اس سلسلے میں غالب نے تفتہ کی رہنمائی کئی ایک جگہوں پر کی ہے:

"یہ سمجھنا کہ چمن از چشم چکیدن"، "شگفتنِ گوش و نظر" کی مانند غرابت رکھتا ہے۔ "یہ خونفشانی چشم" کا استعارہ ہے اور " خونفشانی چشم" صفتِ چشم ہو سکتی ہے۔ اگر نظر کا خوش ہونا اور کان کا شاد ہونا جائز ہوتا تو ہم اس کا استعارہ بہ شگفتگی کر لیتے۔ خوش ہونا جب صفتِ چشم و گوش نہ ہو تو ہم کیا کریں؟ یاد رہے یہ نکات سوائے تمھارے میں کسی اور کو نہیں بتاتا۔ میری بات کو غور کر کے سمجھ لیا کرو۔"(۹)

غالب کے خطوط میں موجود علمی مباحث محض اشعار کی اصلاح پر ہی مشتمل نہیں ہیں بلکہ اس میں بعض تاریخی علوم کو بھی مباحث میں شامل کیا گیا ہے ۔ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان میں مختلف راجواڑوں کو اپنے ہاتھوں میں کیا اور بعد ازاں اپنی فوجہ برتری کی وجہ سے ان سے اپنی مرضی کے قوانین پر عملدرآمد کروایا ۔بات صرف یہاں تک نہیں بلکہ انگریزوں نے ہندوستان میں اپنے قدم مضبوط کیے۔ سیاسی اور عسکری برتری کی وجہ سے مقامی حکمرانوں کو قابو میں کیا۔ انگریزوں نے Doctrine of Lapse بطور قانون کے کروایا۔ اس قانون کی رو سے اگر کسی ریاست کا راجا بے اولاد ہو تو اس کی ریاست پر دیگر لوگ اس کے بعد حکمران نہیں بن سکتے بلکہ وہ ریاست براہِ راست حکومتِ برطانیہ کے ماتحت چلی جائے گی۔ اس قانون کو بنانے والے کا نام Lord Dalhousie تھا جس نے ہندوستان میں اس قانون کو نافذ کیا اور اس کے خلاف تمام راجواڑے متحد تو ہوئے لیکن انگریزوں کی بڑی طاقت کا سامنا نہ کر سکے۔ غالب نے اس قانون کا سرسری طور پر اپنے خطوط میں ذکر کیا ہے۔ مرزا ہرگوپال تفتہ کو لکھے گئے ایک خط میں وہ ہندوستان کے حالات کے بارے میں لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

"کل سے اور بُری خبر شہر میں مشہور ہے۔ تم بھرت پور سے قریب ہو، یقین ہے کہ تم کو تحقیق حال معلوم ہو گا۔ جلد لکھو کہ کیا صورت ہے ؟راجا کا مجھ کو غم نہیں، مجھ کو فکر جانی جی کی ہے کہ تم بھی اسی علاقے میں شامل ہو۔ صاحبانِ انگریز نے ریاستوں کے باب میں ایک قانون وضع کیا ہے۔یعنی جو رئیس مر جاتا ہے، سر کار اُس ریاست پر قابض و متصرف ہو کر رئیس زادے کے بالغ ہونے تک بندوبست ریاست کا اپنے طور پر رکھتی ہے۔ سر کاری بندوبست میں کوئی قدیم الخدمت موقوف نہیں ہوتا۔ اس صورت میں یقین ہے کہ جانی صاحب کا علاقہ بہ دستور قائم رہے ،مگر یہ وکیل ہیں۔ معلوم نہیں مختار کون ہے۔"(۱۰)

بعض خطوط میں الفاظ و تراکیب پر معمولی مباحث بھی شامل ہیں۔ جیسے ایک خط میں " آنچہ بہ منصور رفت" اور " آنچہ بر منصور رفت" کے حوالے سے غالب نے مرزا ہر گوپال تفتہ کے ساتھ جو بحث کی ہے،وہ ملاحظہ کرنے کے قابل ہے:

"تردد یہ کہ " آنچہ بہ منصور رفت" نہیں دیکھا۔" آنچہ منصور بر رفت" درست ہے۔ جواب:" بایموحدہ" علیٰ" کے معنی بھی دیتی ہے۔ پس جو کچھ بر سے مراد تھی،وہ بائے موحدہ سے حاصل ہو گئی اور گر بائے موحدہ کے معنی معیت کے لیں تو بھی درست ہے۔ نظیری کہتا ہے:

شادی کہ غبن میکشی ودم نمی زنی

در شہر ایں معاملہ باہر گدا رود

اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں" معاملہ" ہے اور اس شعر میں"معاملہ" کا لفظ نہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ سراسر دونوں شعروں کی صورت ایک ہے۔ نظیری کے ہاں"معاملہ" مذکور ہے اور تفتہ کے ہاں مقدر ہے۔" رفت" کا صلہ اور تعدیہ بائے موحدہ کے ساتھ دونوں جگہ ہے۔(۱۱)

غالب کے خطوط میں اصلاحِ شعر پر بے شمار مباحث ہیں۔ الفاظ و تراکیب پر مشتمل مباحث میں غالب نے زیادہ فارسی تراکیب کو لیا ہے اور ہندی تراکیب کو اشعار میں استعمال سے احتراز برتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ شاید یہ ہے کہ غالب نے جیسا کہ کئی ایک جگہوں پر اظہارِ خیال کیا ہے کہ وہ ہندی الفاظ و تراکیب کو شعر کی فصاحت و بلاغت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان خطوط میں تفتہ کو لکھے گئے چند ایک خطوط ایسے بھی ہیں جو عصری ادبا و شعرا کی تحریروں پر مباحث کیے گئے ہیں، ایک خط میں"فسانہ عجائب"جو کہ رجب علی بیگ سرور کا لکھا ہوا ہے،اس کے متعلق لکھتے ہیں:

" رجب علی بیگ سرورؔ نے جو" فسانہ عجائب" لکھا ہے، آغازِ داستان کا شعر اب مجھ کو بہت مزہ دیتا ہے:

یاد گارِ زمانہ ہیں ہم لوگ

یاد رکھنا، فسانہ ہیں ہم لوگ

مصرعِ ثانی کتنا گرم ہے، اور یاد رکھنا' فسانے' کے واسطے کتنا مناسب۔"(۱۲)

غالب نے مرزا ہر گوپال تفتہ کو جتنے بھی خطوط لکھے ہیں، ان میں سے بیشتر خطوط ایسے ہیں جو ذاتی احوال و واقعات پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح غالب کے وہ خطوط جو نواب علاء الدین احمد خاں کو لکھے گئے تھے، ان میں سے اکثر ایسے خطوط ہیں جن میں ذاتی احوال کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری اور علمِ شعر پر بھی مباحث لکھے گئے ہیں ۔غالب کے اشعار میں تاریخ اور اعداد نکالنے کے حوالے سے بھی مباحث ہیں۔

غالب کے خطوط میں جو ہندوستان کے حالات ہیں ان کا موضوع فرد کی سماجی تنہائی سے متشکل ہونے والے ایک عام انسان کا المیہ ہے جس کے نامہ جاتی کردار میں رواداری بھی ہے، خلوص بھی ہے، محبت ہے، غصہ بھی ہے، ڈر بھی ہے، مذہبی شعور بھی ہے، حقیقت سے فرار بھی ہے، رومانیت بھی ہے اور بچپنہ بھی موجود ہے اور تمام رجحانات و نفسیات کی نامہ نگار نے صحیح طور پر سچائی پر مبنی تصویر کشی کی ہے جس میں حتی الامکان کسی جھوٹ کا شائبہ نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ کاتب نے اپنی ذات کے حوالے سے جو حالات و واقعات بیان کیے ہیں ان میں بھی صداقت جھلکتی ہے۔ میر مہدی حسین مجروح کے نام لکھے گئے خطوط اس ضمن میں مثال کے طور پر دیکھے جا سکتے ہیں جن میں غالب نے دلی کے اجڑنے اور انگریزوں کے ٹیکس لگانے کا حال تفصیلاً لکھا ہے۔ اسی طرح اس کی زندگی کے دیگر واقعات کو بھی انھوں نے سچائی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ جہاں تک واقعاتی صداقت کی بات ہے تو غالب نے کرداروں کی زندگی سے متعلقہ واقعات کو بڑی سچائی اور صداقت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

غالب کی وقائع نگاری کس قدر فنی اور تحریری مہارت کی حامل ہے، ان کی وقائع نگاری میں تسلسل بیان اوڑ موجود ہے۔ منظر کشی نہایت جاندار ہوتی ہے اور واقعات کے بیان کرنے میں جس خاص قسم کے اسلوب اور طرزِ تحریر کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان کی وقائع نگاری کی جان بن جاتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

خطوط غالب کے مناظر نظر پر بار نہیں بنتے۔اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ یک رنگی اور طوالت تحریر کے مجموعی حسن کو غارت تو کرتی ہی ہے، ساتھ میں ایسے مناظر کا بیان قاری کی نظر پر بار ہو جاتا ہے۔اس معاملے میں نامہ نگار کو احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔مگر اس منفی پہلو کے ساتھ اس کا ایک اچھا پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ زمانی حالات وواقعات کے مفصل بیان کی وجہ سے معاشرے کی مجموعی صورتِ حال اور اس کے رجحان کو سمجھنے میں کسی بھی قسم کا ابہام باقی نہیں رہتا اور دوسرا یہ کہ جو کردار خط میں پیش کیا گیا ہو، وہ ایک خاص طبقے کی نفسیات کا نمائندہ بن جاتا ہے کیونکہ اس کی شخصیت کا ہر پہلو آئینہ ہو جاتا ہے۔یہی اس وقائع نگاری کی سب سے عمدہ خوبی ہے۔غالب کی وقائع نگاری انتہائی جاندار اور متحرک ہوتی ہے۔وقائع نگاری کا یہ انداز ادیبانہ بھی ہے اور استادانہ بھی ہے۔ایسے لگتا ہے کہ کسی خالص ادیب سے قلم سے نکلے ہوئی تحریر ہے جو اپنے اندر فکشن کے اندازِ بیان کی خوبیاں رکھتی ہے۔یہی خصوصیت وقائع نگاری کو ایک ایسے بیانیے کے روپ میں ڈھال لیتی ہے جو ناول کو ایک ادبی فن پارے کی اعلیٰ مقام پر فائز کرتا ہے۔غرض یہ کہ " غالب کے خطوط " علمی وادبی حوالے سے ایک ایسی شاندار دستاویز ہیں جو اردو ادب میں علمی وادبی سرمائے کی رو سے ہمیشہ احترام کی نظر سے دیکھے جاتے رہیں گے اور نوجوند گانِ علم ان سے اپنی علم کی پیاس بجھاتے رہیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ مرزا خلیق انجم، غالب سے قبل اردو کا نثری سرمایہ اور مکتوب نگاری کا آغاز، مشمولہ، غالب کے خطوط جلد اول، لاہور: عبداللہ اکیڈمی، ۲۰۱۹ء، ص ۱۰۸

۲۔ مرزا خلیق انجم، غالب کی اردو املا کی خصوصیات، مشمولہ، غالب کے خطوط جلد اول، لاہور: عبداللہ اکیڈمی، ۲۰۱۹ء، ص ۵

۳۔ خلیق انجم، غالب کی زبان پر فارسی اثرات، مشمولہ، غالب کے خطوط جلد اول، لاہور: عبداللہ اکیڈمی، ۲۰۱۹ء، ص ۷۹

۴۔ اسد اللہ خاں غالب 'بنام مرزا ہرگوپال تفتہ مشمولہ، غالب کے خطوط، جلد اول، مرتبہ خلیق انجم،، لاہور: عبداللہ اکیڈمی، ۲۰۱۹ء، ص ۲۳۴

۵۔ ایضاً، ص ۲۳۵

۶۔ ایضاً، ص ۳۳۸

۷۔ ایضاً، ص ۲۴۲

۸۔ ایضاً، ص ۲۴۷

۹۔ ایضاً، ص ۲۵۰

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۵۳

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۶۱

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۷۸

REFERENCES

1.Mirza Khaliq Anjum, Ghalib Se Qabal Urdu Ka Sarmaaya Aor Maqtoob Nagari Ka Agaz,Mashmoola Ghalib Ke Khatoot,Jild Awal ,Lahore:Abdullha Acadamy,2019,pg 108

2.Mirza Khaliq Anjum,Ghalib Ki Imla Ki Khasooseyat,Mahsmoola,Ghalib Ke Khtoot,Jild Awal,Lahore,Abdullha Acadamy,2019,pg,5

3.Khaliq Anjum,Ghalib Ki Zuban Per Farsi Asraat ,Mashmoola Ghalib Ke Khatoot Jild Awal ,Lahore: Abdullha Acadamy ,2019,pg,89

4.Asad Khan Ghalib,Banam Mirza Hergoopal Tufta, Mashmoola,Ghlib Ke Khatoot,Jild Awal,Maretaba, Khaliq Anjum,Lahore:Abdullha Acadamy,2019,pg 234

5.Ibid pg235

6.Ibid pg 337

7.Ibid pg 242

8.Ibid pg 247

9.Ibid pg 250

10.Ibid pg 253

11.Ibid pg 261

12.Ibid pg 278